

فلسفہ زندگی

تصنیف

آیۃ اللہ العظمیٰ حکیم الامت علامہ ہندی سید احمد نقوی

ناشر

نور ہدایت فاؤنڈیشن

حسینیہ حضرت غفران مآب، مولانا کلب حسین روڈ، چوک،

لکھنؤ-۲۲۶۰۰۳ (یو۔ پی)۔ انڈیا

Noor-e-Hidayat Foundation

Imambara Ghufraanmaab, Maulana Kalbe Husain Road,

Chowk, Lucknow-3 INDIA

Website: www.noorehidayatfoundation.org

www.naqeeblucknow.com

E-mail: noorehidayat@gmail.com, noorehidayat@yahoo.com

Ph:0522-2252230 Mob :08736009814,09335996808

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ



۲۹۰

۱۰۴

فلسفہ زندگی

دنیا پر بعد و پیشواؤں کی زندگی رہا ہے نہ ان کے اسنے
والوں کی کسی کو کیا حق ہے جو دوسروں کے انتخاب و پسند کی
خورد گیری کرے۔ لیکن شیعوں کے نقطہ نظر سے حقیقی رہبر و پیشوا وہ
ہے جس کے فلسفہ زندگی کا عام انسانوں پر پورا اثر پڑے، اور عالم بھر
کے لیے اس کی افادیت یکساں ہو۔ انسانی جذبات کو اسکا رہنے میں پوری
قوت رکھنا ہو۔ ہر انسان کو یکساں طاقت و رہنمائی کے

تہذیب و شرافت ہر انسان میں پیدا کرنے کی اس میں صلاحیت
ہو۔ انسانی کمزوریوں سے بچا سکے۔ اس کی تعلیم و تہذیب و عظیم ترین
مسائل کے حل کرنے میں مدد دہی کرے۔ ہر انسان کو اپنے اہم مقاصد
کے حل کرنے میں اہلیت پیدا کرے۔ وہ حقیر شکایات ذاتی کے شائع
اور وسیع النظری پیدا کرنے میں معین ہو۔ ممبر و استقلال، اختیار و قربانی
کی مکمل تعلیم دے۔

شیعہ، ان خصوصیات کا بعد موبخدا علی و آل علی کو مکمل ہونہ سمجھتے ہیں۔ اور اختصار سے ان کے اقوال و اعمال کو پیش کر کے عام انسانوں کو متوجہ کرتے ہیں کہ ہر شیعہ زندگی کے لئے حیات علی کا ان رہبران کامل، ہادیان خلق سے پیغام علی حاصل کریں۔

”حضرت علی مرتضیٰ کی علمی زندگی ہماری کتاب ”انسان انظم“ اور کتب سیر و تاریخ میں دیکھو، اور ان کے ایشارات ”شیخ البلاغہ“ اور ”دیوان علی“ اور کتب تولد و اخلاص میں مطالعہ کرو۔ ہم اس موقع پر ”دیوان علی“ سے صرف چار شعر نقل کر کے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ شیعوں کے تمدن کا اساس یہی ہے جو ان اشعار میں ارشاد ہوا ہے۔ آپ فرماتے ہیں ۵

دو ازلت فیک و ما شیعہ را و دلائل مذاق و ما تبصروا
جس معلم و پیشوا کی یہ تعلیم ہو کہ پروردگار یوسس، کمزور و جاہل،
بہ خیر و مضطرب و دہمیں، نا امید و خائف، حیران و پریشان انسان
کو تسلی و اطمینان دے۔ پروردگار کو فرصت و ایشا مانجھئے۔

نا امید کی کلام رانی و کامیابی سے بدل دے۔ کمزور کی صنعت
کو قوت و توانائی سے تبدیل کرے۔ جاہل کو عالم بنا دے۔ سوتوں کو
جگا کر پوشیا کر دے، مضطرب و دہمیں کو مطمئن کر دے۔ غیر اس سے
مستغنی و بے نیاز کر دے۔ بیشک یہی رہبر کامل اور انسان کے لئے
ہادی ہستی ہے۔

عمرانیات کے بھاساس ہیں اور جیاتیات نفسیات کے تمام لوازمات کا اسی پر انحصار ہے جس کو علی بن ابی طالب نے چار شعروں میں ادا کر دیا ہے اور عام انسانیت کو وہ سبق پڑھا رہا ہے جو ہر ایک کے لئے ہر حیوانی و روحانی و اخلاقی و تمدنی و معاشرتی، معیشتی زندگی کے لئے مکمل دستور العمل ہے۔

مذکورہ شعر کا حاصل یہ ہے کہ ”تیرے ہر مرض کی دوا تجھی میں موجود ہے لیکن تو سمجھتا نہیں ہے، اور ہر مرض کو تو ہی پیدا کرتا ہے جس کو غور سے تو دیکھتا نہیں ہے“

انسان کے ہر مرض درود کا مادی ہویار و روحانی خود آپس میں متافی علاج اور صحت بخش و حیات آفرین تدارک موجود ہے جبکہ غافل انسان نہیں سمجھتا، ورنہ اُس کے تمام پید کردہ امراض جو بے احتیاطی اور اصول حفظان صحت کی مخالفت و بے اعتنائی سے پیدا ہوئے ہیں سب کا وہ خود علاج کر کے زوال و مرض کرنے پر قادر ہے، اور صحیح و تندرست بغیر علاج کی مدد کے بن سکتا ہے۔ اور حیاتِ صالح و بقائے صالح کا مالک ہو کر حیاتِ مادی و دانی پاسکتا ہے۔ ”تشعروا“ اور ”تصوروا“ دونوں لفظیں شعر کی جان ہیں۔ ”تشعروا“ علومِ نظریہ کی تحصیل اور ”تصوروا“ علومِ تجربیہ کی طرف اشارہ ہے۔

بے علمی، جہالت اور اندہ پن ہی تمام امراضِ روحانی و مادی کی

تخلیق کرتے ہیں، اور جہاں علم و شعور، تدبیر صمیم، تفکر و منتقل ہو وہاں کوئی مرض قریب نہیں آسکتا۔

اگر ادنیٰ غفلت، تساہل، کالہلی، اور غشی اسباب و علل کی وجہ سے نفسیاتی، روحانی یا مادی مرض آج بھی جاری ہے تو نہایت جالاک ہو سبب پوری غفلت و تساہل سے فوری علاج و مداوا بھی ممکن ہے۔ دیکھو ماہرین علوم نفسیاتی، روحانی، و روحانی، و جسمانی کس طرح۔ ان سے ان امراض کو دور کرنے، اور ان سے بچنے، اور حفظانِ صحت کے اصول پرستے پر کس قدر جاہلوں، منافقوں کی پرستش محفوظ رہتے ہیں۔ اور اگر بہ قوتِ علیہ وادراک، و شعور و تہویر، و تفکر درجہ کاملہ پر پہنچ جاوے تو ایسے افراد کا کیا کہنا۔ شبہ ایسے گروہ کو معصوم اور ایسی قوت کاملہ علیہ کو عصمت کہتے ہیں، جو انبیاء و مرسلین و اوصیاء و ائمہ طاہرین کا درجہ تھا۔

اور غفلت و تساہل کو وہ اپنے درجہ کاملہ علیہ کا نقص سمجھتے ہوئے اپنے کو خاطمی، مقصور و ار، اور انسانیت کاملہ کا گناہ و جرم سمجھتے تھے جس کو قرآن مجید نے بھی بعض موقعوں پر انبیاء کی خاص حالتوں کو مذکورہ الفاظ سے تعبیر کیا ہے، لیکن درحقیقت وہ خود ان گناہ یا علم انسانی گناہ پر گزرتے۔

نفسیاتی اختلافی و روحانی امراض | کبر، نخوت، منتی، زلف، تنق، بغض، حسد، کینہ،

نفاق، ظلم، عداوت، جھین، نامردی، سخی، بے صبری، بے حیائی،
خود غرضی، خود پسندی، شقاوت، قساوت، خیانت، عیب جوئی،
سستی، کاہلی، جہالت، رذالت، ذنات، سبے پرواہی، بے اعتمادی
بے وفائی، لالچ، خوش آمد، چالچیسی، حق فراموشی، ناحق کوشی
وغیرہ وغیرہ جتنے بھی نفسانی و روحانی و اخلاقی و تمدنی امراض ہیں،
سب کے سب شریر النفس انسان پر موجود ہیں، اور خود انسان کے
پیدا کردہ ہیں، کہیں باہر سے نہیں آئے ہیں۔

اُن کی تخلیق انسان کی شرارت نفس کے باعثوں سے ہے اور
اُن کا کرانہ ہیں ان امراض و عیوب کو اُس کے سامنے نہیں آنے دینا
انسان کی نا اہلی، بے شعوری، اُس کی رذالت، ذنات کو محاسن و
محاورے کے قالب میں ڈھالی کر خسرو الدینیہ و الاخرۃ بنا دیتی ہے
اور انسان اشرف المخلوقات کو جامۂ حیوانیت پینا دیتی ہے، جو
فطری سقاوت مند نہیں۔

(السعید سعید فی بطن امہ والشیقی شقی فی بطن امہ)
وہ بطن مادر سے سعید ہیں، اور اُس سعادت کو پیدا ہو کر تربیت کرتے
اور ترقی دیتے رہتے ہیں، وہ بیکو کا رشتی و پرہیزگار بندے ہیں اور
ان میں بھی درجہ کامل کی سعادت پر فائز بندے اولیاء اللہ و اصحابہ
خدا و معصوم ہستیاں ہیں، اور جو شکم مادر سے شقی ہے، ایسی علم الہی
میں اُس کی شقاوت نا قابل علاج ہے، وہ پیدا ہونے پر سو اسے

رذالت و تفاوت کے کبھی اکتساب فضائل و سعادت پر منوجہ ہی نہ ہوگا۔

غرض کہ انسان کی قوت و شعور کامل ہونی، صحیح عقل و تدبیر انسان کی اہمائی کرتا تو بیک و جملہ امراض سے خود نجات حاصل کرتا۔ کسی راہبہ و آدمی و مصلح کی ضرورت نہ ہوتی، اور انسانیت کے اعلیٰ مدارج پر فائز ہو کر ہر شبہ حیات کو بلند ترین معیار پر تعمیر کر سکتا ہے۔

تم کو ہر قوم و ملت میں ایسے نمونے ملیں گے جو عام سطح انسانیت سے بلند پیشوائے قوم اپنی ذاتی جدوجہد و شعور کامل کی وجہ سے بنے ہیں، کسی کی تعلیم و تعلیم کی وجہ سے نہیں بنے۔

کیا کہتا اس تمدن و عمران کا جس کی فرد فرد ایسی حساس و مدبر و ذی شعور ہو جاوے جو کسی معالج کی محتاج نہ رہے، اپنا سلامتی نفس و دروہ کی خود صاف ہو، بقائے مصلح و حیات اجاودانی اُنسی کے لئے ہے، فخر ملک و اثرات المخلوقات وہاں ہے جو خاندانی مصلحوں و مبالغوں سے اپنے صحیح شعور کی وجہ سے بے نیاز ہو جاوے، اور دوسروں کا سہارا نہ دھوئے، غیروں کا سہارا نہ سکے، یہی زندگی کا بہترین فلسفہ ہے، اور بدترین فلسفہ زندگی کا یہ ہے کہ جس میں یہ اعتقاد باقی رہے جو کہ تمام بنی آدم کا وجہ کسی دوسرے کے کامیابیوں منت ہو۔

اس اعتقاد سے صاف لازم آتا ہے کہ انفرادی حیثیت سے اس قوم کے انفرادی زندگی برباد و برباد رہے گی، اور ہر ترقی اُس کی بنیاد پر

کسی بڑی ذات سے وابستہ رہے گی، اسی جذبہ کی کار فرمائی ہے کہ دنیا میں آئے دن برساتی ٹینڈکوں کی طرح سے پیشواؤں اور سربراہوں کی پیداوار ہوتی رہتی ہے اور سبھی بھالی قوم آگے بند کئے ہر ایک کے پیچھے دوڑنے کو تیار رہتی ہے۔ ایک دوسرے موقع پر جناب امیر نے ایک شعر میں کہا خوب فرمایا ہے،

قد مات قوم و مامات مکارمهم وعاش قوم وهم نیا کما موات
 قوم مر جاتی ہیں اور ان کے مکارم اخلاق زندہ رہتے ہیں، اھ ایسے
 اقوام بھی ہیں جو ہم میں زندہ موجود ہیں، لیکن مردوں کے اندر ہیں یا
 یعنی اصلی زندگی تو یہی ہے کہ اس کے اخلاق کا منہ صفات عالیہ
 اصول کا طرہ نہ مانے میں موجود ہیں، جن پر آنے والی سنسں تو عالمی تعمیر
 کا اساس قائم کریں اور اپنی زندگی کا ثبوت دیں، اور بے سود جست
 و ناکارہ قوم کی زندگی، انسانیت کے لئے بدنام و اغ اور حیوانی زندگی
 ہے جس کا بقا آئندہ نسلوں کے لئے اخلاقی موت کا سبب ہوتا ہے۔
 زندگی کو خوشگوار بنانے کے لئے ایک اہم شرط یہ ہے کہ
 انسان خود غرض نہ ہو، یعنی آنے والی نسلوں کی سہلائی کو اپنی بھلائی
 پر ترجیح دیتے ہوئے میدان عمل میں گامزن ہو، آئندہ نسلوں کی بھلائی
 ترقی، شرف و عزت اور اس کے بقا کی کوشش کرنا انسانی زندگی کا
 بھلا فلسفہ ہے۔

ہر انسان کو اپنی کارگزاریوں، محنتوں، تکلیفوں کو اس لئے
 برداشت نہ کرنا چاہیے کہ آنے والی نسلوں پر اپنی منت و احسان
 رکھے، جو شخص اپنی آرام کی تربیت و اصلاح کرے اس کا نظریہ یہ ہونا
 چاہیے کہ اس کی مسرت اور ذاتی خوشی اسی میں ہے کہ آنے والی
 نسلوں کے لئے اپنے اخلاق حسنہ طور پر دنیا سے جاوے، اور ان کی
 کامیابی کا حیرانی کے لئے اپنا علمی، نوذہم، جہاد سے، اور وہ شخص جو
 اپنے قوم و ملک اور آئندہ نسلوں کے لئے بہتری کو مد نظر نہیں رکھتا،
 اور اپنے ذاتی اغراض کی تکمیل پر مصروف رہتا ہے، وہ مردہ ہے،
 یا جو اپنے ملک و قوم کی بھلائی چاہے، امداد دینا کی ہر قوم سے غافل
 ہو جاوے وہ بھی فلسفہ زندگی کو نہیں سمجھتا ہے۔

اس میدان میں کام کرنے سے ہرگز محنت ضائع نہیں ہوتی۔
 ہے جو دنیا میں ہر ملک و قوم کی بھلائی سمجھے لئے خدمت کرے گا، اسکو
 کامیابی ہوگی، اور اسی میں اس کے ملک و قوم کی بہبودی بھی مضمر ہے
 اگر اقوام عالم کا نصب العین امن و امان، ہم آہنگی، اتفاق و
 موافقت نہیں ہے تو کوئی قوم کتنی ہی جدوجہد کرے، امن حاصل
 نہیں کر سکتی۔

امن و سلامتی تو انہیں طریقوں سے ممکن ہے جو امن کی
 راہ سے ہوں، نا امنی کو امن کا ذریعہ بنانا ہرگز کامیاب نہیں ہے۔
 ایک واقعہ جو بہت دور کا معلوم ہوتا ہے کسی نہ کسی دن وہ مقامی

لوگوں پر بھی ضرور اثر ڈالے گا۔
 ہرگز یہ خیال نہ کرنا چاہئے کہ اگر دوسرے مقام پرنا امنی،
 بد اخلاقی، کثرت جرایم ہے تو ہم کو اس کی کیا پروا ہے، بلکہ یہ تصور
 کرنا چاہئے کہ وہ بد امنی اپنے ہی ملک میں ہے، چاہے اس کی
 تباہی وقوع کتنی ہی دور کیوں نہ ہو۔

یہی وکلیہ ہے جو ملک، حکومت، اور ہر انسان کو خود غرضی
 سے محفوظ رکھتا ہے۔ وہ فوج کا سپہ سالار اپنی فوج کی کب کمان
 کر سکتا ہے جس کو دوسرے ملکوں کی حالت سے بے خبری ہو، اور
 اپنی بھلائی و خود غرضی میں اس کا دیوانہ ہو کہ دشمن کی فوج اور ملک
 کی بجائے اصلاح برپا دی پرتل جاوے جیسا کہ اس دور تمدن و تہذیب
 میں سخا کی بے رحمی، زندگی کو محاسن جنگ سے شمار کیا جاتا ہے۔
 وقتی مادی فتح ہمیشہ ہمیشہ کے لئے روحانی شکست اور انسانیت کی
 شکست ہے، اور سمجھنا آسانے والی نسلوں کے لئے موجب نفرت
 و ملامت ہے۔

چند روزہ اس ہیوادہ خود غرضی، طریق سے فتنہ ہونا آئندہ
 کے لئے اسی قوم و ملک کے لئے اسی ہیبت کا شکار ہونا لازمی ہے۔
 لہذا صحیح فلسفہ زندگی تو یہی ہے کہ جس کو علی بن ابی طالب نے
 مذکورہ شعر میں بیان فرمایا ہے۔ "توین قوم جاتی ہیں، لیکن ان کے
 محاسن زمرہ رہتے ہیں۔"

حبش کو آئی کھا جاوے، چین کو جا پاں لٹکے، اسپین کو
 خراگوتیاہ کر دے، ہر شکر و سوسنی عالم بھر کو ہضم کر جاوے لیکن وہ بھی
 آئندہ دوسروں کے لئے لقمہ ترہوں گے جس پر تاریخی تجربہ شاہد ہے
 اور اپنی سخاوت و ہمیت و خود غرضی کی داستانیں بھڑکا دیں گے
 اس لئے کہ بقول حضرت علیؑ اُن کو زندگی مردوں کی سی ہے بجائے
 انسانیت کو فائدہ پہنچانے کے انھوں نے نامنی، ہلاکت و ہمیت
 کو پھیلا دیا۔

یہی حال تمام سامراجی حکومتوں کا ہے کہ انھوں نے بجائے
 انسانیت کی خدمت کے اپنی خدمت کی اور خود غرضی کا انتہائی مظاہر
 عام انسانیت سے علحدہ پسندی، اور قوم و ملک و وطن کی
 ڈیڑھواہٹ کی سجدہ علحدہ بنائے کا یہ نتیجہ ہے کہ آج عالم بھر میں خود غرضی
 کا دور درود ہے، اور پارٹیوں کے لئے طاقت آزمائی کا میدان کھل گیا
 ہے، اقلیتوں کو اور کڑھلا، کو جیسے کا کوئی حق ہی نہیں رہا
 ہے گیا وہ انسانیت سے خارج ہیں۔

تعلیم علوی میں انسان چیزوں کی گنجائش کی وہ عالم انسانیت
 کو ایک نظر سے دیکھتے، اور کشمکش حیات کے بڑھانے والے اسباب
 خاتمہ کر دینا چاہتے ہیں۔ دوسرے شعریں فرماتے ہیں ۵

اتحسب تلك جرم صغير وبيت الطوبى العالم الاكبر
 تم اپنی چھوٹی سی خلفت اور کمزور تہی کے خیال میں بڑا کرہست

کاہل اور اہم ترین فرائض اور سخت و دشوار ترین مہموں سے ڈر کر
 سہرا انداختہ نہ ہو اور معذور و دایاں بن کر نہ بیٹھو، اس لئے کہ اس عالم
 کبیر و نظام شمسی کی بڑی بڑی قوتیں جو کائنات میں منتشر ہو چکی ہیں وہ
 سب اکیس سب تمھاری اس تنگی ہستی میں بہاں اور موجود ہیں تم کو ان
 قوتوں کے استعمال کرنے اور آزملے کا سلیقہ ہونا چاہیے، پھر تم
 دیکھ لو گے کہ کائنات کیا یہ بڑی بڑی ہستیاں کس طرح سے تمھارے
 سامنے جھجک پڑتی ہیں، اور خدا مانہ طریق سے تمھاری غلامی کرتی ہیں۔
 سورج، چاند، ستارے، زمین، آسمان، پہاڑ، دریا، چرواہا
 نباتات، حیوانات جو کچھ ان کی قوتوں سے بالاتر ہے وہ سب کا سب
 تمھارے سامنے سرنگوں ہے۔

تم کائنات کے ذرے ذرے سے خدمت کر سکتے ہو، اور اپنی
 خدا داد قوت روحانی و نفسانی و فانی سے کائنات کی تمام قوتوں کو زیر
 کر سکتے ہو، اس لئے کہ تم مجموعہ ان تمام قوائے مادیہ کا ہو اور تمھاری
 قوت روحانی و نفسانی سب سے فوق و بالاتر ہے۔

فلسفہ طبعی و کیمیاوی نے جہاں تک تم کو پہنچا دیا ہے وہی
 تصدیق کے لئے کافی ہے، جوں جوں سائنس کی قوت بڑھے گی ارشاد
 علوی کی تصدیق میں رطب اللسان نظر آوے گی۔

دیکھو آج تک سائنس کے ذریعہ کس طرح سے انسان کی قوت
 و قدرت و اختیار میں قوائے مادیہ آچکے ہیں۔ سائنسک اصولوں سے

مادیات کی طبعی و کیمیائی خواص و آثار کا کس طرح سے ذی شعور
انسان الگ بن گیا ہے، اور جو قوتیں اور خواص و آثار اب تک
انسان کے بس میں نہیں ہیں وہ معجزانہ عالم بحقائق استیوار کی نظروں
سے کب پوشیدہ ہیں جن کو معجز نمایانہ انداز سے ظاہر بھی کیا گیا ہے
اسلامی آثار جنہیں شاہد ہیں روحانیت سے جہاں خود پسند نہ مانیں تو
حقیقت پر اُس نہ مانے کا کیا اثر ہو سکتا ہے۔

ہم مانتے ہیں، ادبیات کا ذرہ ذرہ روح و نفس کا مالک ہے۔
(دیکھو ہماری غلطی الاسلام علم الحیدان)

ایسی صورت میں منکر قوائے روحانیہ کو انسانی قوائے روحانیہ
سے بے اعتنائی کیسی فاش غلطی ہے۔ حالانکہ مادیت تابع روحانیت
ہے، اور قوائے مادہ سے بہت زیادہ قوی ہیں۔ یہ مقام اُس کی
تفصیل کا نہیں ہے۔ لیکن اتنا سمجھ لو کہ جملہ ادبیات سے اگر انسان
اشرف و افضل ہے تو اُس کی روحانیت بھی جملہ ادبیات کی قوتوں سے
قوی و بالاتر ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو انسان میں ادبیات پر تصرف
اور اپنی طرف جھکانے کی قابلیت نہ ہوتی۔

جب انسان ضعیف البنیان کو یہ پیغام ملے گا کہ وہ حامل ہے
تمام قوائے کائنات کا تو بتاؤ اُس کی بایں دلی، سیرت، سر بلندی،
تفاخر کی کیا حد ہوگی، اُس کے جذبات کس قدر ابھر جائیں گے، اور
کتنا ترفع ہوگا، اُس میں کتنی طاقت آوے گی، شرافت و بزرگی کی

سنی اٹنگ ہوگی۔

وہ اپنی کمزوریوں کے دور کرنے میں کس قدر مستعد ہوگا۔ ملکی، معاشی، معیشتی، اقتصادی، سیاسی، اقتصادی کے سلیجھانے میں اس قدر جرات پیدا کرے گا، وہ ذاتی اور قومی اہم مقاصد کے حل کرنے میں کس قدر صلاحیت پیدا کرے گا۔ اُس کی وسعت نظری کی حد و نہایت نہ ہوگی۔

اُس کی نظر میں بڑی بڑی شکستیں عضو پنجہ نشین دور عزت کے سوا ان اہمیت ہوگی۔ انسان کو کوہ و قار کنا، اُس کی بزرگی کے سامنے نقطوں کے نہ ملنے کی وجہ سے صبر و لفاظی ہے، اُس کے علم و حکمت و تدبیر و تفکر کے مقابلہ میں علمی علم ہیچ ہوگا، اُس کو عالم بکائنات و واقف بحقائق ہونے کی ہر دم کوشش ہوگی

وہ کائنات کے راز و اسرار کے سر بستہ کی نقاب کشائی کے لئے مرٹنے کو تیار ہوگا، وہ کائنات کی سروراری و حکومت کے لئے بیاب ہوگا، وہ صبر و استقلال، ایثار و قربانی، بہت و بے انت و شجاعت کا پیکر بن کر خودداری کا عہدہ ہوگا۔ وہ فلسفہ زندگی کا حقیقی عالم و معلم ہوگا۔ وہ کائنات کی قوتوں کو اپنے میں موجود پارائن کے پیدا کرنے اور خود انسانی جسم میں تصرفات کر کے انسان سے ملک اور ملک سے نبی بن کر خدائی طلاق کا مستحق ہوگا، اور وہ درجہ کامل انسانیت ہے جس پر برائی خدا کا فضل و انسان ہے انسانی میں سے باہر

وانت الکتاب المبين الذي با حروفه يظلم الضمير
 ارشاد ہے، اسے جاہل و غافل انسان، تو کتاب و جودی کا
 ظاہر و روشن دفتر ہے جس کے ہر حرف سے تمام غفل و پوشیدہ باتیں
 روشن و ظاہر ہوتی ہیں۔

انسانی اعمال و کردار اس کی ضمیر کی کڑی کڑی آئینہ ہیں، تقویٰ و تقویٰ
 و اظہار و بیان کا ضرورت نہیں ہے۔ ایک بھر فوری اس کی زندگی
 سے سمجھ سکتے ہیں کہ یہ شخص کس درجہ اذیلتے کا ہے، خوش آمدیوں کی
 دماغ سرائی و تعجید خوانی دشمنوں اور بدگوئیوں کی بذلت و عیب جی
 بے حقیقت و بے اصل ہے۔ حقیقت تو یہی ہے کہ انسان کے اعمال
 و افعال خود اس کی سچی تصویر پیش کرتے ہیں۔

ہر انسان جملہ حالات و واقعات انسانی اور جملہ حرکات و
 سکانات انسانی کا جو ازل سے اقوام گذشتہ اور انسان اول سے
 اس تک ظہور میں آئی ہیں، البم اور خفا میں انسانی کا دفتر ہے۔ اچھے
 بُرے ہر قسم کے اعمال و افعال جو بھی گذشتہ قلموں کے ہیں وہ سب
 ہر انسانی پیکر میں موجود ہیں، اور ہر انسان میں استعداد و قابلیت
 سعادت و شقاوت کی موجود ہے، کیونکہ نسل انسانی کی یہ بھی ایک
 بڑی بات ہے، اور تمام افراد انسان میں یکسانیت و یکسانیت ہے۔
 کسی قوم و ملت کسی ملک و مذہب کا ہو۔

اس لیے کہ سب انسانیت میں برابر اور ایک ہی ماں باپ

کی اولاد اور ایک ہی نسل سے ہیں، اور سب میں برادری و مساوات ہے۔

اس وقت انسانی کا ہر حرف و فعل یعنی اُن کے حرکات و سکنات عادات و خصائل، اوصاف و اعمال ہر قوم اور کھلی پھرنی کے حرکات و خصائل و اعمال و اوصاف کے منظر پر پیش کرتے رہتے ہیں، اور کھلی پھرتی نظر انسان دیکھتا رہتا ہے۔ غصہ و غم و سنجیدگی سے جانچو تو قوم کو پتہ لے گا کہ قوم و مذہب کی یاد دہانہ نہیں ہوئی ہے، اور ہر انسان کھلی یاد کو تازہ رکھتا ہے۔

بڑے بڑے فلاسفہ ایک وقت انتہائی جہالت کی بات کر چکے ہیں، اور بڑے بڑے مسلمان و مہندو اُن واحد میں جذبات کی رو سے انتہائی غیر مستحکم اور ابلہ انداز میں گزرتے ہیں۔ یہ کیا ہے۔ وہاں زمانہ جہالت و بربریت کی یاد ہے۔

لہذا کسی قوم کا دوسری قوم پر فعلی و افتادہ جیسی، نسبی، وطنی، جغرافیائی و دیگر اور غلط ہے۔ یہ عرفی و جاہلانہ امتیازات نقل مکان و نقل خانہ ان سے بدلتے رہتے ہیں۔ اور اقوام متہذہ ایک وقت اپنے فضائل انسانی و خصائص روحانی کھو کر پست ترین قوم اور غیر تمدن انسان بن جاتے ہیں۔

اسی طرح سے جاہل و غیر تمدن ایک وقت میں تمدن اور اقوام غیر متہذہ کے لئے مسلم ہو جاتے ہیں۔ پست ترین اقوام میں پڑے

بڑے مصلح ریڈارم ریڈار اور اعلیٰ قابلیت والے پیدا ہوتے رہتے ہیں جس کو قرآن مجید نے بھی عفاف الفاظ میں فرمایا ہے۔

”تمام انسان ایک نسل سے ہیں اور ایک امت ہیں، اور کوئی ایسا قوم نہیں ہے جس میں اُسی قوم کا اُسی زبان کا بھائی، رسول و بادی نہ بھیجا گیا ہو، یعنی ہر قوم میں مصلح نبی و بادی پیدا ہونے کی طبیعت و قابلیت ہے۔ لہذا اقوام عالم میں ایسی ہستی، کم ذاتی و بے بشری کا اعتقاد ان کی ہر ترقی کا مانع ہے، جب ان کو ایک طرح انسانی پر لایا جاوے گا، اور مساوات کی تعلیم ہوگی تو وہ بہت قریب بھی آ رہیں گی، اور تعلیٰ و ترفیع جتانے والی قومیں بھی چھٹیں گی، اور تمام انسان ایک سطح پر مساویانہ حیثیت سے صاف ستھرے ہو جا دیں گے، اور تمدنی تقاضے کا بالکل دستیاب ہو جاوے گا۔“

جناب امیر نے ہر انسان کو کتاب و وحیٰ قرار دے کر یہ سمجھایا ہے کہ تم خود اپنے عادات، اعتقادات، حرکات و سکنات و اعمال کا جائزہ لو تو تم کو خواہے برسے کا امتیاز ہو گا۔ اپنے اچھے اعمال و اکتساب سعادت سے اتنا ہی بلند اور مرتفع ہو سکتے ہو جتنا بلند و مرتفع تمھارے اسلاف صاحبین تھے، اور فرورگوں کی نظیر بن سکتے ہو و اور اکابرین ملت کے یعنی جاگزیں تصویر ہو جاؤ گے

فلا حاجة في خارج
بغير عتدك جاقسطه و
جس وقت تم میں اس عالم کبیر اور کائنات کی تمام قومیں موجود

ہیں، اور تم خود اگلے اور پچھلوں کے حالات کا دفتر ہو اور تم میں سب
پچھلوں کی بزرگیاں موجود ہیں، اور پچھلوں کی زندہ تاریخ ہو تو تم کو کسی
خارجی شے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔

ہر شے سے اور ہر علم و تدبیر و مفکر و پیشوا سے استفادہ ہو کر خوش کن و دریا
پسینوں، دناؤں، رکنینہ صفات کا خود علاج و اصلاح کرتے ہو، اور
تمہاری احتیاجوں کا خاتمہ ہو سکتا ہے۔

دفتر وجودی کی ہر ہر سطح پر تم کو ٹھوکر سے بچا دے گی، اور ہر عیب
باخبر کرے گی، غلو نفس و بزرگی و برتری کا سبق پڑھاتی رہے گی، شرطا
یہ ہے کہ شعور صحیح ہو، بصارت کامل ہو، صحیح تدبیر و فکر کے عادی ہو۔
ہر ہر ہر و پیشوا کے پیچھے دوڑنے اور گمراہ کرنے والوں غلط کاریوں کا
سے بچتے رہو۔

سب سے پہلے تم اُس لیڈر و پیشوا اور سہرے غافلہ زندگی کو جانچ
لو اور دیکھو تمہاری روحانی اور مادی زندگی میں وہ اصلاح کی کتنی
قوت رکھتا ہے۔

علوی تعلیمات کے نظم و نثر و فائز میں سے صرف یہ چار شعرا ایسے
ہیں جو ہر انسان کے تمام زندگی کے شعبوں میں اصلاح و ترقی کے حقائق
ہیں، اور حیات عمرانی و تمدنی کا اساس ہیں، تمام تمدنوں و عمرانیات
کے دفاتر کا جائزہ لو، اور دیکھ لو سب کے سب اس مختصر تعلیم کے
حاشیہ اور شرحیں ہوں گی۔ اور مذکورہ چار شعروں کے حدود احاطہ

سے باہر نہ ملیں گی۔

علمی تعلیم اُس وقت تک نامکمل رہتی ہے جب تک اُسی تعلیم کو عمل کر کے نہ دہرایا جاوے۔ اور علم و عمل کی ہم آہنگی ایک ہی آئینہ میں یکساں صورت نہ پیش کرے۔ اس لئے ضروری ہے کہ رسولی سن کے چلانے والے ایک معلم کی تعلیم کو پیش کریں، اور انھیں کے فرزند امام حسینؑ کی علمی تعلیم کو جو چند گھنٹوں میں کر بلا کے میدان میں ظہیر میں آئی، پیش کر کے علمی و عملی دونوں نمونے دکھائیں۔

چونکہ علوی تعلیم کا مکمل منظر حسینؑ کی علمی تعلیم میں موجود ہے، لہذا بارہ اماموں میں ہم نے اُسی مقدس ذات کا انتخاب کیا ہے شیعوں کا اعتقاد ہے کہ بارہوی امام کی علمی و عملی زندگی یکساں و یک رنگ ہے۔ لیکن ان میں سے بعض کو موقع علمی و علمی تعلیم پیش کرنے کا ملا، بعض کو صرف علمی موقع ملا، اور بعض کو نہ علمی موقع ملا، علما، قید خانوں اور مکانوں کی دیواروں میں، سوختی بیروں اور روک ٹوک پر کب موقع مل سکتا ہے کسی علمی یا عملی تعلیم کا۔ لیکن ان کی کیسا نیت یک رنگی کے اسلئے مقتصد ہیں۔

(۱) اصول تعلیم سب کے یکساں تھے۔

(۲) ایک معلم نے اپنے بعد کے لئے جس کو نماز کیا خواہ مخواہ

اُس کی اہمیت و قابلیت پر پورا اعتماد و بھروسہ کر کے کیا ہے۔

(۳) بقیہ اماموں کی شہادتیں اور قید کی سختیاں انھیں اصولوں

کی حمایت میں ہوئیں جو علوی تعلیم تھی۔

(۲۱) ان بزرگزیدہ ستیوں کو جس وقت جتنا بھی موقع مل گیا، علمی و علمی تعلیم کا اُس کھاتہ سے نہیں جاتے دیا، اور وہی تعلیم دی جو رسول خدا اور علی مرتضیٰ نے دی تھی۔

لہذا بارہ اماموں سے جس کسی کو علمی و فنی یا امام حسین کا راسا ماحول ملتا، ہر ایک وہی کر کے دکھاتا جو وہ درہ و اماموں نے کر کے دکھایا تھا، اور سرسوز فرق نہ ہوتا، اور ایک دوسرے کی تصویر و نظیر ہوتا۔ ماحول کی مناسبت و مورد نیت سے ہر ایک نے تعلیم دی ہے۔

امام محمد باقر اور امام جعفر صادق اور حضور اس امام رضا علیہم السلام کو موقع ملا تو علم کے دریہ بہادے، بقیدائمتہ کو قیدِ عنایت میں زندہ کیاں کاشنا پڑیں، لوگوں کی آمد و رفت، سیل جول کی سخت عکس و روک جو کتنی، اس لئے ان کے تعلیمات کا نشر ناممکن ہو گیا۔ لیکن پھر بھی آنحضرت کے خلیفہ زندہ کی پرتاریخی جتنی روشنی ڈالو گے اسی قدر معلوم ہو گا کہ عالم کے مصلحین، مسکین، یتیم و یتیم و یتیم میں ان آدمی کے رسول و شاگردان رسول کی حقیقی شہادت کیا ہے، اور ان پیروان عالم کی صف میں ان کو کون سی جگہ حاصل ہے۔

امام حسین نے بڑی ہی مہیا نہ مطالبات کو شکر کرتے ہوئے اقوام عالم کو جو علمی دستور العمل دیا وہ غیر فانی سبب ہے۔ انھوں نے اپنی شہادت سے عام انسانیت پر وہ پڑھ و اثر ڈالا کہ دوست و

دشمن سے برابر کا خراج تحسین حاصل کیا۔ جب تک دنیا قائم ہے، حسینؑ کے فلسفہ شہادت پر غور کرے گی تو اس کو زندگی کے ہر شعبے میں مدد ملے گی۔

صبر، استقلال، محبت، جرات، آزادی، ضمیر، آزادی فکری، شجاعت، ایثار، قربانی، ہمدردی، مشکور و رضا، تحمل، خود داری، ثبات، قناعت، بردباری، تقویٰ، خدا شناسی، خدا پرستی، بے جھگڑی و بے خوفی، امید و رجاء، عزم کی پختگی، اخلاص، صداقت، شہادت، عفت، طہارت، حوصلہ مندی، حیا و غیرت، اذکار و نفس و فاء سیاست، وغیرہ وغیرہ کے وہ اصول بنیں گے جن سے عالم انسانیت میں ایسی انقلابی روح پیدا ہو جائے گی جس سے باخود و دوسرے موقع نہ ملے گی۔ اور عالم انسانیت اس کی یہ نظریہ کی تصدیق پر مجبور ہوگی۔

انسانیت کی انتہائی قوت برداشت و تحمل پر عالم سب کے تصدیق و مثبت ہو جائے گی، اور حسینؑ کے اسوہ حسنہ کی پیروی سے انسان سر بلند میں ملا کہ سے بھی متاثر نظر آوے گا، اور تمام کائنات میں اپنی وحدت و یکتائی کے ڈنکے بجائے گا۔

دیکھو! امام کی علی تعلیم کے اثرات کو کر بلا میں بوڑھے و بچے، جوان، آزاد، غلام، عورتیں کبھی جینی سیرت اختیار کرنے پر اپنی مینڈیلی میں یکساں، اور ایک رنگی میں ایک جسم، ایک روح ہیں کہ منظر ذاتی

بن گئے تھے، اور ہر اکس کی عملی زندگی آنے والی نسلوں کے لئے سرخسہ ہدایت تھیں۔

امام کی عملی زندگی انسان کے مردہ جذبات کو ابھارنے میں اتنی زاید کامیاب ہوئی کہ اموی قید خانوں کے دروازے توڑ دوڑ کر قیدیوں نے حریت و آزادی کے حاصل کرنے کے لئے اموی تخت و تاج کو الٹ دیا، اور مطلق العنان مسہابہ داری کو کاری ضرب لگائی، اور سہیتہ ہمیشہ اس سہولے ہوئے سلیقہ کو جو قوم دہرا دے گی کہہ ہی ہی ضیعت و کمزور ہو اپنی عملی طاقت سے وہ کا پلٹ سکتی ہو دیکھ لو تاربخوں کو دو بکار بکار کر کہہ رہی ہیں کہ شہادت امام کے بہر خود ان کے پشتینی دشمن اپنے سیاسی مقاصد کو حسین کی مظلومیت کے نام سے ہمیشہ کامیاب بناتے رہے۔

عبداللہ بن زبیر نے واقعہ شہادت امام پر حجازیوں سے اپیل کی، اور زوال یکم کے بعد مدینہ پر مستقل حکومت کی۔ بنی عباس نے حسینی مظلومیت کے نام پر اپنی سلطنتوں کو قائم کر کے بنی امیہ کی قوتوں کو بائش یا بئش کر دیا۔

بنی فاطمہ کے فتوحات افریقہ، حجاز، عراق، اسپین، چین، قوت کے سہارے پر قائم ہوئیں۔ آج عالم کا چپہ چپہ حسینیت کے زیر نگیں ہے۔ حسینیت کو پٹانا، اس میں مزاحمت کرنا، استلائی سے دشمنی، انسانیت سے دشمنی، تمدن اسے دشمنی ہے۔

وہ ہتھکڑیاں، سیریاں، طوق، جواں سائیت کے ٹنگ و ذلت
 نہیں، ہندوستان میں آزاد و خود مختار شاہزادگان و سلاطین نے
 سنت کے طور پر دست و پاؤں گلوں میں پٹنا، اپنی عزت سمجھ کر نذر کرتے
 تھے۔ اُن کے جو شس، ولولہ، انگٹک کا کیا پوچھنا، جب وہ یا حسین
 یا عیاش کے نعرے مارتے ہیں، اُن کو جان پر کھیل جا کر مڑنا، ایک
 ادنیٰ بات ہے۔

تیرہ سو سال گذرنے پر بھی اُن کی بے تربیتی، بے تقیسی،
 بے تربیتی، کے باوجود اور قومی لبلاؤں کی ناقابلیت کے باوجود
 کے پرستاروں کا غیر فانی جوش و خروش کو مجالس و مجالس عینی میں
 آج بھی اگر مشاہدہ کر سکتے ہیں۔

فلسفہ شہادت پر غور کرنے والے کے لئے شرافت، عزت، نفس
 و خود داری حاصل ہوتی ہے۔ اسے اصول کے کسی نا اچھے طمع یا سخت
 سے سخت ترین مضامین و مخبر سے ہٹنا، اپنا جان، مال، عزت،
 اولاد و اطفال، اعزاء، جاں نثاروں کو سخت ترین مصائب میں مبتلا
 ہو کر قتل ہو جانے دینا۔ دشمنوں سے چور چور اکیہ و تہاء ہیرا و دی
 دشمنوں کے ترشے میر، گھر سے ہر گز نہ

’الموت اولیٰ من رکوب‘ (معارف)

موت کو ٹنگ و عار کے مقابلے میں ترجیح دینا، خود پرست،
 مستبد، ظالم و خود سوار، عین پرست، بدکار، بد اخلاق، بزدل ایسے

پر شوکت و پر قوت کی حکومت کو تسلیم نہ کر کے بیعت نہ کرنا۔ اس سے
 ناپر شرافت و عزت نفس، بلندی ہمت کی ایک انسان کے لیے
 اور کون مثال ہو سکتی ہے، اپنی اصولی ضد پر قائم رہ کر قوم کو ایسی فتنہ
 نفس پر ڈھال دینا کہ بقیۃ السیفۃ بچہ عورتیں بلکہ بعد کی نسل
 میرا یہ پرست، ہمارا و قمار سدا طین اموی و عباسی سے ہمیشہ جلیلا
 گریز کریں، اور کبھی بیعت کا خیال بھی نہ کریں، اور امتیالی مصائب
 جیل کر جانیں دیدیں، زندہ دیواروں میں چنے جاویں، آگ سے
 جلائے جاویں۔ ساری عمر تنگ و تاریک قید خانوں میں بسر کر دیں،
 دست و پا و زبانیں کٹوائیں، کوڑے کھا دیں، لیکن ان جابر سلطنتوں
 کی اطاعت نہ کریں۔

اور آج بھی امام کے پرستار ان کی تعلیم کی سچائی و صداقت
 کے سوا دشمنوں کے آئین و اصول پر غریب و حقارت کی نظر سے
 دیکھیں۔

یعنی تعلیم حسینی کی تاثیر یہ ہے شرافت و عزت نفس و خودداری
 حسینیوں کی ہمارے مسیح اسلام میں صدیوں پیر و ان حسین کے خون کی
 ہوئی کھینچی گئی، مگر ان کو وہ قماروں نے ذرہ برابر تزلزل و تذبذب
 نہ کیا۔ حسینی تعلیم نے اپنے پرستاروں کو ان گھونے و ذاکلی، اور
 کمینہ اخلاقی سے بچا کر قعر مذلت سے آسان رفعت پر پہنچا دیا،
 جس کی نظیر تاریخ میں نہیں کرنے سے قاصر ہے۔

تھکن عرب کی تباہ کاری، دکھوتا ریخوں کو اس وقت کی عالمگیر
عیش پرستی میں کیسا بڑ بولنگ تھا، عصمت مآب عورتوں کی بے جھجک
عصمت دریا، شرابخواری، زنا کاری، بے اندازہ غلام و کنیز سازی
صحیح و تندرست انسانوں کو خستی بنا کر خواجہ سراؤں کے غلامت
کی آبادی، عزت داروں، شریفوں کی بے عزتی، گڑھی موچیں
پنجا دینار سرسبز بار کوٹوں سے بھوانا، اتنا بزرگان ملت کو مارنا
کہ کسی کی پہلی ٹوٹ جاوے، کسی کو غرق ہو جاوے۔

ماں بہنوں کو عیش پرستی میں نہ چھوڑنا، بیخداؤں کے مکانات
کا اساسہ لوٹ کر آگ لگانا، جو انیت و ہمیت کی انتہا نہ تھی، سبیر
دوسروں کی ماں سے نکاح کرنا، اور سر دربار اس کی ماں کی شرمگاہ
کی جھوکرنا، محبوب کو ٹھکی کی میت کو قین روز و قین نہ ہونے دینا، اور
میت سے بیگانہ بد فعلی کرتے رہنا، یہاں تک کہ میت میں بوسیدہ
ہو کر فاسد ہو جاوے۔ وغیرہ وغیرہ،

نارنجیں دکھو، وہ کون سی رذالت و بدکاری نہ تھی جس کا
دور دورہ نہ ہو، جب انسان ایسی پستی و ذلت میں گرفتار ہو،
اُس وقت قوم کی صحیح رہنمائی کر کے دنیا کے شدید ترین مصائب
بہکالیف برداشت کر کے اگر کسی گروہ کو ایسی فحاشیوں سے بچایا
جاوے، اور اعلیٰ منازل انسانیت پر پہنچا دیا جاوے تو بیشک
بزرگ ترین خدمت خلق ہے، اور ایسا رہبر عالمگیر عیسائی کے

قابل ہے،

یہ صرف حسینی علی تعلیم کی بُرزد و تاثیر تھی، جس نے اپنے پیروں کو سچا کر عام انسانیت سے ممتاز کر دیا، محض اپنے پیروں کو نہیں بلکہ انھیں حکومتوں کے تحت حکومت سے اقرار و اعتراف کی بُرزد و حدائیں بلند ہونا شہد و معروض ہوئیں۔ یزید کے تخت و تاج کا مالک معاویہ بن یزید کی تاریخی شاہی پہلی تقریر کو سن لو جو آج تک فناء عالم میں گونج رہی ہے۔

خلیفۃ المسلمین ماموں رشید کا محفل علماء میں زبردست مناظرہ تاریخیوں میں پڑھو۔ عورتوں کی بے جھجک درباروں میں تقریروں کو دیکھو دنیا کے اعظم ترین مسائل کی حل میں حسین کی علی تعلیم کے اثرات کو دیکھو۔ کون نہیں جانتا عمرانیات کے اعظم ترین مسائل حسب ذیل ہیں قومی جمالت کو دور کرنا، قومی اخلاص طمانا، قومی آزادی، قومی انتشار کی تنظیم، امن و امان و سلامتی کی ضمانت، قومی وقار قائم کرنا، اصلاح و معاشرت، قوم کو ہر دلعزیز بنانا۔ حسین کی عملی زندگی سے ابد الابد انسانوں کو یہ سبق ملیں گے۔

قومی جمالت دور کرنا امام کوکب یہ موقع ملا کہ وہ اپنے لائق شاہی اپنی مفردی کا اپنے شعر میں اس طرح سے اظہار فرماتے ہیں "بہت سے وہ علم ہیں کہ اگر میں ان کو ظاہر کروں تو لوگ کہیں گے کہ بہت پرست

ہیں، اور مسلمان میری خونریزی حلال سمجھیں گے، اور ہر بُرائی کو برے سمجھیں گے۔“

باوجود اس کے امام نے چھ سات گھنٹوں میں میدانِ کربلا میں، اخلاقی، تمدنی، سیاسی، معاشرتی، وہ وہ سبق پڑھائے جس کی نظیر نہیں ملتی، اعظم علوم اور اشرف ترین علوم علومِ الہیہ اور علومِ نفسیاتی اور علومِ روحانیہ ہیں۔ امام کے ہر ہر عمل میں اسرارِ علوم کا جس طرح سے انکشاف ہوا اُن کی شہادت کے تفصیلی واقعات بیش بہا علی خزانے ہیں جن سے ابدی زندگی کے سبق ملتے ہیں۔

اسی کو زبانِ حال سے جاں نثارانِ امام کربلا میں جہالت کے پردے شکنے پر پکار پکار کر کہتے تھے: ”دیکھو حورانِ جنت غروں سے منہ نکالے ہم کو بلاتے ہیں۔“

کوئی کہتا: ”رسولِ خداؐ و علی مرتضیٰؑ جنتی پانی کے چھلکتے بہاؤ لائے ہوئے ہمارے منظر ہیں۔“ جاں نثارانِ جہنم میں وہ شہادتِ درد منبری پیدا ہو گئی تھی جو مکاشفہٗ روحانہ سے کم نہ تھی۔ وہ حقایقِ اخسارِ دہی کو آنکھوں سے دیکھ رہے تھے۔ اُنہوں نے حق کو باطل سے جدا کر کے آنے والی نسلوں کو عینِ الیقین کا درجہ دیدیا تھا۔ اور وہ علوم و حقایق بتا دئے تھے جس سے حکومتیں گھبرا گھبرا کر سر اٹھائی سے اقوامِ بیرونی سے مدد لینے پر مجبور ہوئیں۔

ہند، افغان، یونان، افریقہ، روم سے کتبِ علیہ کے

ذخائر ملک کر عری میں ترجہ کرانے اور عطاء السنتہ مخالفہ کو درباروں
میں جمع کر کے عالمان علوم الودیہ سے ائمہ ہدایہ اعلیٰ مناظرے کرانے
اور ہزیمت و شکست علمی کے درپے ہو گئے تھے۔ دیکھو تاریخوں میں
اُن مناظروں کی صحبتوں کو جب اس طرح سے بھی اُن کو کامیابی
نہ ہوئی تو حکومتی زور و دباؤ سے ان سے میل جول ترک کر آیا گیا، اور
تنگ و تاریک قید خانوں میں بند کر دیا گیا، مگر پھر بھی جیلوں کا اضافہ
اُن کی خداداد علمیت سے سحر ہو جاتا، جس کو حکومت بار بار تبدیل
کرتی رہتی۔

حکومت کی جانب سے پر زور پروپیگنڈا ہوتا کہ بنی ہاشم ساحر
ہوتے ہیں اُن کے پاس عیٹنے سے لوگ سحر ہو جاتے ہیں۔

قومی افلاس و اقتصادی شکلیں کا حل سب سے زیادہ بے

برداشت و تحمل بڑھائی جاوے۔ دنیاوی نعمتوں کے فانی وزراں
پذیری اور بے حقیقت و کم قیمت سمجھ لے۔ دنیا جن چیزوں کو نعمت
سمجھے ہوئے ہے، اور جس کے لئے مرٹنے، اور ہر گنہگار بننے پر
تکلیف دیتی ہے، اور زندگی کا حاصل سمجھتی ہے۔ اُس کو اُن کا مصلح اپنی
روحانی اور ملی قوت سے بے قیمت و بے حقیقت بنا دے۔

حسینی شیخ کا سب سے بڑا کارنامہ تو یہی ہے۔ اہل دنیا نے
اور مادہ پرستوں نے جس چیز کو حاصل زندگی کا بنارکھا تھا، اور

روحانیت کھوٹے تھے،

اُن دنیاوی محبتوں اور غیرتوں کو خاک میں ملا دیا۔ راستہ کے صحیح دنیاوی ترقی اور دنیاوی تو نگری کا بھی راستہ بنایا جس وقت دعا با کمال اُن کی محنت و مزدوری کا پتہ حکومت و سلطنت کی عیش پرستی میں صرف ہوا۔ اُس وقت ایسی حکومت کا بائیکاٹ کر کے اُس کو تاحث و تاراج کر دو، اور اپنی محنت کا اثر براہ راست خود حاصل کرو، اور ہر انسان کی کمالی ملکی ضروریات انھیں کے ہاتھوں پر سے ہوں، حکومت و اسٹیٹ کو کوئی دخل نہ ہو۔

سڑکیں بنانا، باغ لگانا، سایہ دار درختوں کو راہ پر نصب کرنا، ٹرین جاری کرنا، پتھروں، پتھر، اوس، مسکینوں، امیروں کی پرورش، مریضوں کا تیمارداری، علاج، کنوئیں اور ٹرین بنانا، مسافر خانے، مسجدیں تعمیر کرنا، پل بنانا، غلام و کنیز آزاد کرنا، درس گاہیں اور صنعتی تعلیم وغیرہ وغیرہ۔

غرض رفاه عام کا ہر کام سب کی سب ملکی ضرورتیں، اُدا و قوم کے ہاتھوں پروری ہوں، اسٹیٹ کو دخل نہ ہو۔ دیکھو اسٹائی حدیثوں کی کتابوں کو کتنی مستحقِ ترغیب دی گئی ہے، اور کس قدر اخروی ثواب بتائے ہیں۔

اسٹیٹ کے ہاتھ میں ان ضرورتوں کو دے کر یہ موقع نہیں دیا ہے کہ اسٹیٹ اپنے ضروریات کو قومی ضروریات پر مقدم کرے

اسلامی کیونٹرم اور موجودہ کیونٹرم میں آسمان و زمین کا فرق ہے،
اور اس سے بہتر اقتصادیی مشکلوں کا حل ممکن نہیں ہے۔
امام حسینؑ نے مستبد و سرایہ پرست حکومت کے مقابلے میں
اسی لئے اپنی گردن کٹائی۔ اس شہادت سے صحیح کام لیا جاتا تو آج
مسلمان مغرب کی کماں پر ہوتے۔

قومی آزادی جب کہ قومی ذہنیت و ضمیر و فکری آزادی سلب
ہو جاوے۔ شہری حقوق چین کرچہ سرمایہ داروں
کے انہیں آجاویں۔

اُس وقت قوم کا فرض ہے کہ جان، مال، اولاد، محبوب سے
محبوب چیز کو عزیز نہ کرے، اور حصول آزادی میں ہر شے کو نشانہ
قرآن کریم، جس کا علی ثبوت امام حسینؑ نے دیا، اور جن دلوں
میں آزادی کی سچا ترلپ تھی، اُن کو یا ہر باہر سے بلا کر اپنا شریک کار
بنایا، اور جن کے دلوں میں حریت و آزادی کا سچا جذبہ تھا اُن کو دینہ
سے چلتے وقت بھی ساتھ نہ لیا، اور جو ساتھ ہوئے تھے، اُن کو بھی
پاس سے ہٹا دیا، اور یہ بتا دیا کہ ظالم ہی بھیڑ بھڑکا، اور کثرت نفوس
احل کامیابی کا ذریعہ نہیں ہوتا۔

امام علیہ السلام نے اس بات کو علی طور پر واضح کر دیا کہ اُن کی
تحریک میں کسانوں کی شرکت بھی ضروری ہے، جو قوم کی بڑھو کی چوٹی
میں اور ہر انقلابی تحریک کی جان ہیں، اس لئے کرنا چاہئے ہی کسان

بنی اسد کو جو کہ بلا سے قریب تھے طلب فرما کر زمین کو خریدوا اور پھر
انھیں کو زمین بہہ فرمادی، اور اپنی لاشوں کے دفن کی وصیت فرمادی
آپ نے بقائے تحریک کے لئے ان کی جانوں کا مطالبہ نہ کیا، اور قتل
سے بچایا اس طرح سے نہایت مدبرانہ طور پر زن اور مرد و بچوں کو اپنی
تحریک آزادی میں شریک فرمایا، جو کم از کم آج تک حسینی میں دینا
آج اس کو سمجھی، اور روسی انقلاب میں پورا اڑتے کہ سائوں کا رہا۔
لینن ٹراٹسکی اسٹالین وغیرہ آج بھی امام کا چڑھایا یہ اس سبق
وہرا رہے ہیں۔

قومی تنظیم قومی انتشار دہے نہ تھی دے الٹی سٹائے کا واحد ذریعہ
یہ ہے کہ قوم کا دماغی واکارن اور فکری یکسوئی دیکر لگی
کو ایک ہی امام کر لیا جائے اس خوبی سے کہ ان میں تشدد و جھگم
نہ ہو۔ امام نے کس خوبی سے غیر تشددانہ غیر شکار طریق سے اپنی
مظلومیت و ہمت و ثبات و استقلال کی بنیادوں پر تنظیم قوم کا
عملی سبق کر بلا والوں کو دے کر ایسی تربیت کی جو آئے والی زندگیوں
کے لئے انتہائی سبق آموز ہے۔

قومی امن و امان کی ضمانت ہے اصولی کی زندگی کے ساتھ
کچھ دنوں زندہ رہنا یہ کوئی زندگی
نہیں ہے۔ آج کل اقوام عالم کی زندگی پر نظر کرو تو معلوم ہوگا کہ فرد
فرد نامنی، خوف و ہراس و اضطراب کی زندگی بسر کر رہا ہے۔

ایسی برخطر اور کشمکش کی زندگی زندگی نہیں ہے۔ فلسفہ زندگی سے یہ قوم بالکل جاہل و نا آشنا ہیں۔

امام نے اپنی شہادت اور اسوہ حسنہ سے اقوام عالم کو صحیح امن و امان و سلامتی کا پیغام دیا ہے، اور اپنی قربانی دے کر فلسفہ زندگی کو سمجھا دیا ہے۔ اُن کا پیروی ہی میں امن و امان و سلامتی و حیات جاوید و بقائے صالح ہے۔ شہادت امام سے اس وقت تک کی اسلامی تاریخ اٹھا کر دیکھو۔

حسینی قوم کی بقا و زندگی میں آج تک جو کٹاؤں اور زخموں کی گتیاں، اور اُن کو من حیث القوم جس کشمکش کے دور سے گزرنا پڑا، اُس کی نظیر اقوام عالم میں ملے گی، باوجود اس کے یہ قوم کس طرح زندہ ہے اور روز افزوں ہے۔

اگر حسینی تعلیم کے اصول کو صحیح روشنی میں دیکھو اور اُن پر پوری کوشش سے عمل پیرا ہو تو اپنا پڑے گا کہ بیشک حسینی اعمال اقوام عالم کے لئے سلامتی و امن و امان و بقا و حیات کے ضامن ہیں۔

قومی عیش و وقار امام حسین ہی کا کام تھا۔ جن قوموں سے امام حسین کا سابقہ تھا سب کے سب

مستعد و طہر حسینی رفتار کو خاک میں ملائے ہوئے تھے آج بھی انہیں قوموں کی اولادیں، اُن کے نام لیا ہیں۔

امام حسین اور اُن کے طرفداروں کے وقار کے نشانے پراپی ہوئی

کا زہن دار ہے میں لیکن ہر مفکر مدبر دیکھ سکتا ہے کہ اہم حسین کی اس
پراخلاص قربانی نے عالم انسانیت کو کس طرح سے اپنی طرف متوجہ
کر لیا ہے۔ اور ان کی عزت و قار کا سکھ اتواہم عالم کے دلوں پر گرجا
اُبھرا ہوا ہے۔

اصلاح معاشرت حسینیت ہی کے نام پر جس قدر اصلاح معاشر

ہے۔ مذہب کے نام پر اصلاح غیر مذاہب لادھبوں کے لئے غیر دور
ہے۔ فطانت، نازت، سادراج، جمہوریت، اشتراکیت، کمیونزم
انارکزم، وطنیت، قومیت، رنگ، روپ، زبان، ملکی قوانین، سب
میں کشمکش جات ناگزیر ہے، ماہر کسی چیز پر ان میں سے سب کا اتفاق
ناممکن ہے۔

سچ تمدن کی الٹ پھیر سے کبھی جراثیم داخل تہذیب و تمدن
ہوتے ہیں، کبھی وہی جرم و بربریت، و خلاف تمدن ہو جاتے ہیں۔
لیکن حسینیت و مظلومیت وہ لازوال و محکم ترین مرکزیت ہے
جس میں نزاع و تصادم کشمکش کا شائبہ نہیں ہے۔

دنیا جب ایک قائم ہے مظلومیت سے ہمدردی، محبت، عزت
قائم رہے گی یہ اصلاح معاشرت کا پرزور ذریعہ ہے۔

حسینیت کا وہ عزو و قار ہے کہ واقعات شہادت کے صحیح
جانتے والے آج بھی اس عزت کے مالک آگے ٹھک جاتے ہیں،

جیسے اُن کے نانا کبھی کبھی لو اسہ کو خوش کرتے کے لئے پیٹ پر سوار کر کے جھک جاتے تھے، جاں نثاران حسین کی تہذیب و تمدن و معاشرہ کو تار و پود میں پڑھو تو معلوم ہوگا کہ وہ اخلاق و تہذیب کے مجسمہ خود آئندہ نسلوں کے لئے اصلاح معاشرت کی معلم ہے۔

قوم کی ہر دفعہ زبانی | کا اساس بھی مظلومیت، خیر خواہی، انصاف، فداکاری کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ یہی وہ چیزیں ہیں جو براہ راست ہر مذہب، ہر قوم، ہر ملک، ہر انسان سے ہمدردی و محبت کی اپیل کرتی ہیں۔

حسین کی مظلومیتوں کے دفاتر اُلٹے جاؤ ہر مظلومیت کے سبق میں انسانیت کے جذبات میں طلاطم خیز طوفان برپا ہوگا۔

زندگی کے مسائل حل کرنے کا سبق | ضروریات زندگی میں حقیقی کمی ہو اور جس قدر ذاتی

ضروریات انسان کے کم ہوں۔ ساتھ ہی عام انسانوں کے ضروریات کی وسعت کو سمجھے اور نوعی ضروریات کی فراوانی کو اپنی ضروریات پر مقدم قرار دے، اُسی قدر وہ شخص اپنے مسائل زندگی کو آسانی سے حل کر سکتا ہے۔ امام حسینؑ نے اپنی ادنیٰ قربانی ضروریات کو ختم کر کے اور اپنی نوع کی ضروریات کی فراوانی و وسعت کو ملحوظ رکھتے ہوئے اپنی زندگی کے ہر شعبہ کی مشکلات کو اس طرح سے حل کر لیا کہ عقلیں حیران رہ جاتی ہیں جن محبوب چیزوں کے تلف ہونے کو

انسان مصیبت و تکلیف سمجھتا ہے۔ اُسکے سامنے پیہرہ و شکن سا مل
 ہمیشہ آتے رہتے ہیں۔ امام حسینؑ نے اپنی قوت برداشت و قہر و صبر
 سے محبوب ترین اشیاء کے تلف ہونے کو اپنے لئے آسان سمجھ لیا تھا
 اسلئے نرزدہ خیز و زلزله انگلیں شکلات کا بسبوت خانہ کر دیا۔

معمولی شکایوں کا ذکر بھی کیا ہے، امام حسینؑ
وسیع النظری نے بڑی سی بڑی ناقابل عفو شکایتوں کو جھٹکار
 خاموش قبر رسولؐ کے مجاورین بیٹھے۔ ولید کی گستاخانہ ظلم و برہان
 کی جرات و گستاخانہ بے ادبی، حر کی راہ کو فرس فراحت لگنا،
 فرات سے خیموں کا اکھارا جانا۔ دشمنوں کی سخت کلامیاں سہہ میرا
 تاکہ یزید سے مصالحت کا دروازہ کھلا رہے، اور بار بار یزید سے
 براہ راست گفتگو، یا حدود مملکت سے نکل جانے کی خواہش فرماتے
 رہے۔ وسیع النظری سے اس لئے کام لیا تاکہ شایموں اور کوفیوں
 کی یہودی ہو، اور قتل حسینؑ کے اس بدنام داغ جن سے ابھی
 لعنت میں سب گرفتار ہوئے بجالیں، اور بار بار سب کو غلامیہ سمجھاتے
 رہے، حتیٰ کہ قاتل تک کو آخر وقت قتل سے یہ بکھر دیا کہ میں چند منٹ
 کا اب کثرت جراحات کی وجہ سے ہمان ہوں، میرے خون سے اپنے
 ہاتھ رنگ کر ابدی رسوائی نہ مول لے۔ کیا عالم میں اس وسعت نظری
 و خیر خواہی کی نظیر ممکن ہے؟

صبر کا سبق | صبر و استقلال و ہمت و اثبات و قربانی کے

بیکر امام نے یکساں وقت جن مصائب و شداید میں مجبور العقول مجبور
استقلال سے کام لیا، تاریخِ تعمیرِ بشریٰ کرنے سے قاصر ہے۔

کیا ہر انسان امام کے اس علمی بہن سے نہیں سمجھ سکتا کہ
ہر اصولی کامیابی کے لئے کائنات کی بڑی سی بڑی قوت انسان
کے مقابلے میں اس قوت و مردانگی سے ثبات و استقلال کا
مظاہرہ نہیں کر سکتی۔ حصولِ مقصد میں تمام رکاوٹیں انسانی صبر
و استقلال کے مقابلے میں مغلوب کیجا سکتی ہیں۔

اب دیکھو علویِ تعلیم کی روشنی میں حسینی علی تعلیم کی قوت و تاثیر
کو قرار کرنا جو علیؑ نے فرمایا حسینؑ نے اس کو عمل کر کے دکھایا
اس لئے مانتا پڑے گا کہ علیؑ و آلِ علیؑ وہ مقدس اور فوق العادہ
ہستیاں ہیں جو انسان کی رہبری و پیشوائی کے لئے بہترین ذہن
ہیں۔ انھیں نے انسان کو فاسفہ زندگی سمجھایا، اور اُسی کی قوی
و علمی تعلیم دی، اور پیشوائے عالم بننے کا استحقاق پیدا کیا۔

مبارک ہیں وہ قومیں جو علیؑ و آلِ علیؑ کی تعلیمات پر صبح اور
اور بے لاگ غور کریں، اور اُن پر عمل کر کے انسانیت کی زندگی
اختیار کریں۔

حکیم الامت علامہ ہندی
بی ۱۹۲۹ء

